خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

ملت اسلامیہ کے محسن اور اشاعتِ اسلام کے علمبردار

تحریر: عبدالمالک مجاہد۔ ریاض

شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات سے صرف سعودی عوام ہی غم زدہ نہیں بلکہ مملکت میں بسنے والے لاکھوں غیر ملکی بھی افسردہ اور غمزدہ ہیں۔ تمام عرب اور اسلامی ممالک میں صف ماتم بچھی ہے کہ ایک ایسا شخص دنیا سے رخصت ہوگیا ہے جو بلاشبہ بہت بڑا مدبر، عظیم رہنما اور عالمی سیاست کا شاہسوار تھا۔

مجھے آج بھی 13 جون 1982ء کا دن یاد ہے جب شاہ خالد بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد شاہ فہد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ وہ ٹیلی ویژن پر نمودار ہوئے۔ لوگوں سے شاہ خالدؒ کی وفات پر تعزیت کے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بھائی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا: ''ھُوَ اَخٌ'' ''وَ اَبٌ'' کہ وہ ہمارے بھائی اور والد تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور پھر نہ جانے مجھ سمیت کتنے ہی لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ شاہ فہد ان خوش قسمت حکمرانوں میں سے تھے جن کے عوام ان سے شدید محبت کرتے تھے اور وہ اپنے عوام سے شدید محبت کرتے تھے۔

آل سعود کی حکمرانی کو اب سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ آل شیخ کے ساتھ درعیہ معاہدے پر دستخط ہوئے جس میں حکمرانی کے لیے کتاب وسنت کو رہنما بنانے کا وعدہ ہوا اور دو مبارک خاندانوں نے کلمۂ توحید بلند کرنے کا عزم کیا' اور پھر اس خاندان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کھول دیے۔ اسلام میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ اقتدار سنبھالتے ہی آل سعود کی اولین ترجیح شرک وبدعت کا خاتمہ تھا۔ علمائے کرام کے ساتھ ہر مرحلے میں مشاورت اور معاونت رہی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے عرب قبائل اکٹھے ہوتے گئے۔ قبائل کو ایک وحدت میں پرونا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر شاہ کے والد گرامی قدر نے جو اس سلطنت کے بانی تھے' اپنی زبردست قیادت اور حکمت عملی سے تمام قبائل کو ایک رسی میں پرو دیا۔ جو خون کے دشمن تھے وہ رشتوں میں جڑ گئے۔ سیرت پاک سے اسباق حاصل ہوئے اور سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے عفو و درگزر کا باب کھل گیا۔ اور وہ وقت آیا جب دمام سے لے کر جدہ تک اور جبال تہامہ سے اردن کی سرحد تک ایک مملکت وجود میں آئی جس کا نام المملکۃ العربیۃ السعودیہ رکھا گیا۔ آل سعود کے کارناموں کی فہرست بڑی طویل ہے مگر جس حکمت کے ساتھ بیت اللہ شریف میں چار مصلّوں کو ختم کرکے ایک مصلّے پر امت کو متفق اور متحد کر دیا گیا بلاشبہ یہ عظیم کارنامہ تھا۔ جب حدود اللہ کا نفاذ عمل میں آیا تو اللہ کی رحمت کو جوش آیا۔ اس ارض ریگستان میں سیال سونا اگلنا شروع ہوا۔ ایک ایسی قوم جو ریگستان میں بکریاں اور اونٹ چرایا کرتی تھی اور جو مالی طور پر بڑی مفلس اور قلاش تھی' دنیا کی امیر ترین قوم بن گئی۔ حکمران اگر لوگوں کے خیر خواہ ہوں تو پھر وہ عوام کی بہتری کے لیے سوچتے ہیں' اس کے لیے منصوبہ بندی ہوتی ہے' ذاتی دلچسپی لے کر عوام کی فلاح وبہبود کے منصوبے بناتے بھی ہیں اور ان پر عمل بھی ہوتا ہے۔

شاہ فہد نے کم وبیش 23 سال تک حکمرانی کی۔ قوموں کی زندگی میں تعلیم کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ سعودی عوام کی خوش نصیبی کہ

ان کو جو پہلا وزیر تعلیم میسر آیا وہ شاہ فہد تھے۔ جب وہ اس عہدے کو سنبھالتے ہیں تو پورے ملک میں صرف ایک سیکنڈری سکول مکہ مکرمہ میں پاتے ہیں۔ اس وقت پورے ملک میں محض تیس ہزار طالب علم تھے۔ وہ کم وبیش اس منصب پر نو سال تک رہے۔ اور اس دوران جو منصوبہ بندی کی گئی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ملک کے طول وعرض میں یونیورسٹیوں‘ سکولوں اور کالجوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں طلبہ اور طالبات تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔

اگر ہم آج سے 23 سال پہلے کے سعودی عرب کا آج کے جدید اور سہولتوں سے آراستہ سعودی عرب سے مقابلہ کریں تو آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ اس ملک نے دنیا بھر میں سب سے زیادہ تیزی سے ترقی کی ہے۔ ملک کے ہر شعبہ میں اس قدر ترقی ہوئی ہے اور سعودی عوام کا معیار زندگی اس حد تک اعلیٰ ہوا ہے کہ یورپ اور امریکہ کو مات کرتا ہے۔ میرے نزدیک شاہ فہد کے کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ حجاج بیت اللہ کے لیے سہولتوں کی فراہمی اور حرمین الشریفین کی توسیع ہے کہ قیامت تک اس اللہ کے بندے نے سب سے پہلے اپنا نام خادم الحرمین الشریفین کی صف میں لکھوالیا ہے۔

آل سعود پہلے اپنے آپ کو جلالۃ الملک لکھوایا کرتے تھے مگر 27 اکتوبر 1986ء کا دن اس لحاظ سے تاریخی دن تھا جب شاہ فہد نے اپنے لیے خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کیا۔ اور پھر واقعی اس اللہ کے بندے نے اس لقب کا حق ادا کیا۔ تاریخ کا مسافر ان ایام کو کیسے بھول سکتا ہے جب بیت اللہ میں مطاف میں کنکریاں پڑی ہوتی تھیں اور گرمی کی شدت سے طواف کرنے میں دشواری ہوتی تھی۔ خادم الحرمین الشریفین نے وہاں ٹھنڈے سنگ مرمر کی ٹائلیں لگوادیں جو شدید گرمی میں بھی ٹھنڈی رہتی ہیں۔ ہمیں وہ وقت یاد ہے جب حرم مکی اور مدنی میں یمنی باشندے کندھوں پر مشکیزے لیے ایک ایک ریال کا زم زم فروخت کرتے تھے۔ گرمی کے موسم میں اس کی طلب اور بڑھ جاتی تھی۔ آج ذرا حرمین شریفین میں جائیں تو ہر کونے میں آپ کو ٹھنڈے پانی کے کولر نظر آئیں گے‘ اور پھر آگے بڑھتے جائیں اور جائزہ لیتے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حرمین شریفین کی توسیع میں جس قدر خرچ کیا گیا تاریخ اس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔ حرمین شریفین کی توسیع کے لیے جن لوگوں سے منہ مانگی قیمت دے کر اراضی حاصل کی گئی ان کی نسلیں تک امیر ہوگئی ہیں۔ یہ اتنی زیادہ رقم تھی کہ لوگ تمنا کرتے تھے کاش! ان کی املاک توسیع حرم میں آجائے۔ توسیع کے منصوبے پر جو رقم خرچ کی گئی وہ 75 بلین ریال سے زیادہ ہے۔ راقم الحروف آج سے کم وبیش آٹھ نو سال قبل اٹلی گیا‘ روم کے وٹیکن سٹی کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یقیناً وہاں عیسائیوں نے بہت زیادہ خرچ کیا ہے۔ میں چرچ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جا بجا دیواروں پر اور ستونوں پر سونا لگا ہوا ہے۔ میں نے نہ جانے کیوں چرچ کی تعمیر اور خوبصورتی کا مقابلہ حرم مکی اور مدنی سے کرنا شروع کر دیا۔ دل نے کہا کہ کہیں گناہگار نہ بن جاؤں کہ یہ مقابلہ جائز نہیں۔ جواب ملا کہ نہیں مقابلہ اس کی حرمت اور عزت وشرف کا نہیں‘ میں تو عمرانیات کے حوالے سے سوچ رہا ہوں۔ اس چرچ کی تعمیر پر بیشتر دنیائے عیسائیت نے اخراجات کیے ہیں‘ وہاں فقط سعودی حکومت نے خرچ کیا ہے۔ میری نگاہیں بار بار چرچ کی طرف اٹھ رہی تھی۔ اور پھر قارئین کرام‘ میں نے اپنے ہاتھوں کو بارگاہ الٰہی میں اٹھالیا اور شاہ فہد کو ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔ اللہ کی قسم! غیر جانبداری کے ساتھ جو میں نے فیصلہ کیا وہ یہ تھا کہ حرمین شریفین خوبصورتی کے لحاظ سے اس وٹیکن سٹی سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔ اور میں کتنی ہی دیر تک آل سعود کے لیے دعائیں کرتا رہا کہ اس دنیا میں اور کتنے حکمران آئے‘ ان کے پاس پیسہ بھی تھا مگر جو خدمت شاہ فہد نے کی وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔

قرآن کریم سے محبت ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ دنیا کے اندر 56 اسلامی حکومتیں قائم ہیں۔ چودہ سو سال سے دنیا میں کتنے ہی حکمران آئے۔ مگر کسی نے قرآن پاک کی طباعت میں وہ دلچسپی نہ لی جو شاہ فہد نے لی۔ مدینہ طیبہ میں قرآن پاک کی پرنٹنگ

کا کمپلیکس ایسا کارنامہ ہے جس کی اسلامی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ 40 سے زائد زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ' پھر اس کی کروڑوں کی تعداد میں اشاعت' اور پھر دنیا بھر میں اس کی مفت تقسیم شاہ فہد کے سنہری کارناموں میں سے ایک ہے۔ جن لوگوں نے اس پریس کو دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ غالباً دنیا کے سب سے بڑے پرنٹنگ منصوبوں میں سے ہے۔ یہ ایک مکمل شہر ہے جس میں 2 ہزار سے زائد افراد کام کرتے ہیں۔ میں نے دنیا کے بڑے بڑے پرنٹنگ پریس دیکھے ہیں۔ خود میرا تعلق نشرواشاعت کے ادارے سے ہے۔ میں متعدد بار اس پریس کو دیکھنے کے لیے گیا ہوں۔ ہر مرتبہ حیرت میں ڈوب کر رہ جاتا ہوں کہ قرآن کی اشاعت کے ساتھ یہ محبت' یہ اخلاص' یہ جدوجہد...... یقیناً اس کا اجر' بدلہ اور ثواب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں ہے۔ آج دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں' کسی مسجد میں جا کر نماز پڑھیں آپ کو "مجمع ملک فہد" کا شائع شدہ قرآن نظر آئے گا اور پھر آڈیو کیسٹوں پر ائمہ حرمین کی آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کے کیسٹ کتنے ہی دلوں کو سیراب کرتے ہیں جو شاہ فہد کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

مجھے دنیا کے مختلف ممالک میں جانے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کا وہ کونسا حصہ ہے جس میں شاہ فہد کے حکم سے مساجد اور اسلامی مراکز نہیں بنائے گئے ہیں۔ دنیا کے پانچوں براعظموں میں شاید ہی کوئی ملک ہو جہاں مسلم اقلیتوں کے لیے شاہ فہد کی جانب سے حصہ نہ پہنچا ہو۔ امریکہ ہو یا یورپ' افریقہ ہو یا ایشیا' شاہ فہد کی جانب سے 1500 مساجد اور 210 اسلامی مراکز کی تعمیر مکمل ہوئی ہے جن پر 820 ملین ریال کے اخراجات آئے ہیں۔ پاکستان میں اسلام آباد کی شاہ فیصل مسجد شاہ فہد اور سعودی حکومت کی پاکستان کے عوام کے ساتھ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سپین کے شہر مالقہ میں شاہ فہد کے حکم پر 1998ء میں ایک ثقافتی مرکز کی بنیاد رکھی گئی۔ 3938 مربع میٹر پر مشتمل یہ مرکز سپین میں مسلمانوں کی دینی اور فکری تعلیم وتربیت کا بڑا مرکز ہے۔ یہ مرکز جو خادم الحرمین الشریفین ملک فہد کے نام سے موسوم ہے' رہتی دنیا تک سپین کے مسلمانوں کو تعلیمی اور ثقافتی اور دعوتی فائدے پہنچاتا رہے گا۔ روم میں مسلمانوں نے ایک بڑا اسلامی سنٹر بنایا۔ اس کے فنڈز میں کمی محسوس ہوئی تو شاہ فہد نے پانچ ملین ڈالر کا عطیہ دیا اور پھر اس مرکز کو چلانے کے لیے ڈیڑھ ملین ڈالر سالانہ دینے کا اعلان کیا۔ جبل طارق مسلمانوں کے لیے ایک تاریخی مقام ہے۔ وہاں 1998ء میں مرکز خادم الحرمین الشریفین الثقافی الاسلامی کا افتتاح ہوا۔ شہزادہ عبدالعزیز بن فہد نے اپنے والد گرامی کی نیابت کرتے ہوئے اس کا افتتاح کیا تو انہوں نے جو تقریر کی وہ لوگوں کو مدتوں یاد رہے گی۔

1999ء میں انگلینڈ میں ایڈنبرا میں مرکز خادم الحرمین الشریفین کا افتتاح ہوا۔ یہاں ایک بڑی مسجد اور مرکز کی تعمیر ہوئی ہے۔ اس کا افتتاح بھی شہزادہ عبدالعزیز بن فہد نے کیا تھا۔ ان حروف کے راقم کو بھی اس یادگاری افتتاح میں شرکت کا موقع ملا تھا۔ امام کعبہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس نے افتتاحی جمعہ پڑھایا تھا۔ سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء اور وزراء نے اس میں شرکت کی تھی۔ یہ مرکز آج بھی علاقے کے مسلمانوں اور عوام کے لیے اسلام کے بارے میں معلومات کا اہم مرکز ہے۔ امریکہ میں لاس اینجلس کے لوگ جامع الملک فہد کو کیسے بھول سکتے ہیں جس کا افتتاح بھی 1999ء میں ہوا تھا۔ شاہ فہد نے اسلام کی خدمت کے لیے ہزاروں ایسے کام کیے جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ ان خیر کے کاموں میں کس کا ہاتھ تھا یا کس کا سرمایہ تھا۔ مجھے یاد ہے یورپ کے ملکوں میں دعوتی سلسلے میں ایک سعودی دوست پیش پیش تھے۔ کافی بڑا بجٹ تھا۔ میں نے ایک دن پوچھ لیا کہ اتنے بھاری بھرکم اخراجات کون کرتا ہے۔ پہلے تو وہ خاموش رہے' میرے سوال کو ٹال دیا۔ جب میں نے اصرار کیا تو آہستگی سے کہنے لگے کہ شاہ فہد کو دعائیں دیا کرو۔

آل سعود کی صفات میں علماء کی قدر ومنزلت ان کے گھر جانا اور ان کی عزت وتوقیر کرنا واقف حال لوگوں سے مخفی نہیں ہے۔ شاہ

فہد خود علماء کی مجالس میں جاتے‘ ان کے پاس بیٹھتے‘ ان سے مشورہ کرتے‘ ان سے نصیحتیں لیتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے۔ علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کو کون نہیں جانتا۔ شاہ فہد کے دور میں یہ مفتی اعظم اور ھیئۃ کبار علماء کی کمیٹی کے سربراہ تھے۔ ریاض میں شمیسی ہسپتال کے عقب میں سویدی کے علاقے میں شیخ ابن باز کا گھر تھا۔ گھر کی قریبی مسجد کے امام ہمارے دوست حافظ محمد الیاس ہیں۔ شیخ ابن باز جب گھر ہوتے تو اسی مسجد میں نمازیں ادا کرتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شیخ ابن باز گر گئے اور ان کو چوٹ لگ گئی۔ شاہ فہد کو معلوم ہوا تو تیمارداری کے لیے شیخ کے گھر تشریف لائے۔ حافظ الیاس اس واقعے کے راوی ہیں۔ وہ کہتے ہیں :''میں اتفاق سے شیخ کے گھر میں تھا کہ دیوان ملکی سے فون آیا کہ شاہ فہد تیمارداری کے لیے آنا چاہتے ہیں۔ اس وقت گھر میں میرے اور شیخ کے بیٹے احمد کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ تھوڑی دیر گزری‘ شاہ فہد بغیر کسی پروٹوکول کے تشریف لائے۔ شیخ ابن باز کے پاس بیٹھے ‘خیریت دریافت کی بلکہ اصرار کر کے چوٹ والی جگہ دیکھی اور اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ اور اب ایک عالم ربانی خادم الحرمین سے مخاطب تھے۔ شیخ ابن باز نے کم وبیش 15 منٹ تک شاہ فہد کو نصیحتیں کیں۔ تواضع کا یہ عالم کہ شاہ فہد بڑے اطمینان‘ سکون اور محبت و عقیدت کے ساتھ ان کی گفتگو سنتے رہے۔ شیخ نے شاہ فہد کو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق حکومت کرنے‘ عوام کے مسائل حل کرنے‘ ان کے ساتھ نرمی اور محبت کرنے اور درگزر اور عفو کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ خاموش ہوئے تو پھر خادم الحرمین الشریفین کی باری تھی۔ انہوں نے بڑی تفصیل سے ان حالات کا ذکر کیا جن سے سعودی حکومت گزر چکی تھی یا گزر رہی ہے۔ خلاصہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمسک بالسنہ کی بدولت اس ملک کو ہر قسم کی آفات اور مصیبتوں سے بچا رکھا ہے۔ یہاں مثالی امن وامان ہے۔ پوری دنیا کے مقابلے میں لوگ یہاں امن اور سکون میں ہیں۔ حدود کے نفاذ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم کے خزانے کھول رکھے ہیں اور یہاں پر ہر قسم کی اجناس کی فراوانی ہے اور کوئی آدمی کبھی بھوکا نہیں سویا۔''

ہر حکومت پر بعض مشکل دور آتے ہیں اور بعض فیصلے بڑے مشکل ہوتے ہیں۔ لیکن اگر لیڈر بیدار مغز ہو تو پھر وہ موج میں مبتلا کشتی کو نکالنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ ایران عراق جنگ ہو یا لبنان کی خانہ جنگی یا عراق کا کویت پر قبضہ‘ ان تمام موقعوں پر شاہ فہد نے جس دانش مندی کا ثبوت دیا اور اپنا مثبت رول ادا کیا وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ طائف میں لبنان کے متحارب گروپوں کے درمیان صلح کا معاہدہ کروانا بھی انہی کا خاصا تھا۔

صدام نے کویت پر قبضہ کر لیا۔ یہ کھلی جارحیت تھی کوئی بھی۔ آزاد قوم اس حرکت کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ اس موقع پر پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ بڑھ چڑھ کر اس حملے کی خبر دے رہے تھے مگر سعودی ذرائع ابلاغ خاموش تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ شاہ فہد صدام حسین کو مسلسل قائل کر رہے تھے کہ وہ فوراً کویت سے نکل جائے۔ یہ سلسلہ کئی گھنٹے جاری رہا۔ ان کی مکمل خواہش تھی کہ کسی طرح اس خطے کو غیر ملکی فوجیوں کے داخل ہونے سے محفوظ رکھا جا سکے۔ مگر صدام اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹا رہا۔ اور پھر عالمی قوتوں کو اس خطے میں اپنی فوجیں ارسال کرنا پڑیں۔ افغانستان کے اندر جب مجاہدین میں اختلافات پیدا ہوئے‘ آپس میں خانہ جنگی شروع ہوگئی تو یہ شاہ فہد ہی تھے جنہوں نے تمام مجاہدین گروپوں کو بیت اللہ میں جمع کر کے ان سے اتفاق واتحاد کا حلف لیا اور معاہدے پر دستخط ہوئے۔

شاہ فہد کی زندگی کے بہت سارے کارنامے ہیں جن کی ان صفحات میں گنجائش نہیں۔ اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرے اس بندے نے عقیدۂ توحید کو پھیلانے کے علاوہ اور بے شمار خیراتی کام کیے۔ بلاشبہ اس کے عوام اس سے بے حد راضی تھے۔ تو اپنے اس بندے سے راضی ہوجا‘ اس کے گناہوں سے درگزر کر اور اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ آمین۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز:

3 اگست 2005ء کو سعودی عرب کے چھٹے فرمانروا خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے ایک سادہ اور پُر وقار تقریب میں اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ سعودی عرب کے جید علماء نے ان سے روایتی اسلامی تقریب میں حلف لیا۔ سعودی شاہی خاندان کے افراد، قبائلی سرداروں، اعلیٰ سرکاری عہدیداروں اور علماء نے ریاض کے شاہی محل میں باری باری شاہ عبداللہ سے ملاقات کی اور انھیں اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ حلف کی تقریب میں شریک دوسرے ممالک کے رہنماؤں نے شاہ عبداللہ کو مبارکباد دی۔ شاہ عبداللہ نے حلف برداری کے بعد حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ قرآن میرا دستور ہوگا۔ میں بلا امتیاز عوام کی خدمت کروں گا۔''

سعودی عرب کے شہروں اور قصبوں میں نئے شاہ سے وفاداری کی تقریبات منعقد ہوئیں۔ اسے بیعت عامہ کہا جاتا ہے۔ بیرون ملک مقیم سعودی شہری اپنے سفارتخانے جا کر نئے شاہ کی بیعت کرتے ہیں۔

سعودی عرب میں انتقال اقتدار کا ایک باقاعدہ نظام موجود ہے۔ سعودی عرب کا اقتدار آل سعود خاندان کے پاس ہے لیکن اس حوالے سے ایک خاندانی کونسل فیصلہ کرتی ہے کہ ولی عہد کون ہوگا اور وہی ولی عہد بعد میں سعودی عرب کا فرمانروا بنتا ہے۔ اس بادشاہی نظام کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں شاہ کے ساتھ ساتھ ولی عہد بھی فعال کردار ادا کرتا ہے اور اس دوران اسے امور مملکت سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے اور اس تمام عرصے میں عوام بھی اسے دل و جان سے قبول کر لیتے ہیں۔ سعودی عرب کے سرکاری دفاتر میں شاہ کے ساتھ ساتھ ولی عہد کی تصویر بھی آویزاں ہوتی ہے۔

سعودی عرب کے نئے فرمانروا خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز 1924ء میں ریاض میں پیدا ہوئے اور 1996ء سے شاہ فہد بن عبدالعزیز بن عبدالرحمان السعود کے 37 ویں بیٹے ہیں جو ان کی 8 ویں بیوی فہدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ انھوں نے شہزادوں کے خصوصی سکول میں مذہبی اور روایتی تعلیم حاصل کی اور 1963ء میں سعودی نیشنل گارڈ کے کمانڈر مقرر ہوئے جبکہ جون 1982ء میں انھیں نائب وزیراعظم اول کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ ان کی چار بیویاں ہیں جن سے 7 بیٹے اور 15 بیٹیاں ہیں۔

شاہ عبداللہ کا بڑا کارنامہ اسلامی دنیا کی دو بڑی لائبریریوں کا قیام ہے جن میں سے ایک ریاض جبکہ دوسری دارالبیضاء (کاسابلانکا) مراکش میں ہے۔ شاہ عبداللہ کے امریکہ سے قریبی تعلقات ہیں۔ 1976ء میں اہم ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد انھیں امریکہ کے اس وقت کے صدر جیرالڈ فورڈ سے ملاقات کے لیے امریکہ بھیجا گیا۔ اکتوبر 1987ء میں وہ امریکی نائب صدر جارج ایچ ڈبلیو بش سے ملاقات کے لیے گئے۔ 1998ء میں انھوں نے امریکہ کا سرکاری دورہ کیا جس میں امریکی صدر بل کلنٹن سے اہم ملاقات ہوئی۔ ستمبر 2000ء میں اقوام متحدہ کی خصوصی تقریبات میں شرکت کے موقع پر بھی ایک اور دورہ کیا۔ انھیں بش خاندان کا خصوصی اعتماد حاصل ہے اور صدر جارج بش انھیں اپنا اور امریکہ کا عظیم دوست قرار دیتے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں انھوں نے امریکہ کی بھرپور حمایت کی اور ان دنوں مشرق وسطیٰ میں امن کا عمل آگے بڑھانے کے لیے خصوصی طور پر کوشاں ہیں۔ اور حال ہی میں اس مقصد کے لیے مصر، شام اور اردن کے دورے کر چکے ہیں۔ 11 ستمبر 2001ء کو امریکہ میں حملوں کے بعد امریکی حکمرانوں کے نام ایک خط میں سعودی عرب کے خلاف چلائی جانے والی میڈیا مہم پر شہزادہ عبداللہ نے شدید

احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ یہ مہم دراصل اسلام کے خلاف امریکہ میں پائے جانے والے جذبات کی عکاس ہے اور واضح کیا کہ اسلام اور وطن سے ہماری محبت نا قابل بحث ہے۔

شاہ عبداللہ ہفتہ وار بنیادوں پر مذہبی رہنماؤں سے مشاورت اور رہنمائی لیتے رہتے ہیں۔ وہ مخیرّ شخصیات میں اہم حیثیت رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اسلامی دنیا کو عطیات دیتے رہتے ہیں۔ اور حال ہی میں انھوں نے پولینڈ کے دو بچے جن کے سر جڑے ہوئے تھے ان کے آپریشن کا تمام تر خرچ برداشت کیا۔ اس کے نتیجے میں ڈاکٹروں نے 15 گھنٹے آپریشن کر کے ان کے سر کامیابی سے الگ کیے۔

شاہ عبداللہ، جو شاہ فہد کے ولی عہد تھے اور اب جانشین بنے ہیں، اپنے والد گرامی کے پانچویں فرزند ہیں جو تخت شاہی سے سرفراز ہوئے۔ اس طرح شاہ عبدالعزیز ابن سعود مرحوم پانچ بادشاہوں کے والد قرار پاتے ہیں۔ تاریخ میں ابن سعود سے قبل شاید ہی کوئی بادشاہ گزرا ہو جس کے اپنے پانچ سگے بیٹے تخت شاہی پر متمکن ہوئے ہوں۔ اس طرح شاہ عبداللہ بھی تاریخ میں ایک منفرد مقام کے مالک بن گئے ہیں کہ ان کے چار بھائی بادشاہ تھے اور وہ اب پانچویں نمبر پر آتے ہیں۔

سعودی عرب کے نئے بادشاہ صاحب علم بھی ہیں اور اہل علم کی قدر بھی جانتے ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی شاہ عبدالعزیز کی براہ راست نگرانی میں ہوئی۔ وہ ایک متدین آدمی ہیں۔ دین اور اہل دین سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ ایک اعتدال پسند اور روشن خیال دیندار بھی ہیں گویا وہ دین اسلام کے پیروکار حکمران ہوں گے۔ وہ اپنے والد اور بھائی فیصل کی طرح عربی زبان کے ایک اچھے خطیب بھی ہیں۔

نواز شریف کے دور حکومت میں لاہور کے شالامار باغ میں ان کی تقریر دلپذیر اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک لال بجھکڑ قسم کے مترجم نے ان کی اس خوبصورت تقریر کا نامناسب بلکہ غلط ترجمہ کر کے ناس مار دیا تھا مگر پھر بھی عربی جاننے والے پاکستانیوں کی ایک قلیل تعداد نے ان کی اس تقریر کو سُنا، سمجھا اور حظ اٹھایا تھا۔

2002ء میں بیروت کی عرب سربراہی کانفرنس میں شاہ عبداللہ آل سعود نے مشرق وسطیٰ میں قیام امن کے لیے جو جامع منصوبہ پیش کیا تھا وہ آج بھی قابل عمل اور ایک کھلی دعوت ہے۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ اسرائیل 1967ء کی جنگ سے قبل والی سرحدوں میں چلا جائے اور تمام عرب و اسلامی ملک اسرائیل کے حق قیام و بقا کو تسلیم کر لیں۔ یہ فارمولا اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور عرب سربراہوں کی سرد مہری کی نذر ہو گیا تھا۔

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کو سعودی مملکت کے بانی عبدالعزیز ابن سعود کی خصوصیات والا شخص تسلیم کیا جاتا ہے۔ تین چار سال قبل کرسچین سائنس مانیٹر نے ایک خصوصی تجزیاتی مضمون میں لکھا تھا کہ یہ اہلیت صرف عبداللہ بن عبدالعزیز میں ہے کہ وہ سعودی عرب کو یکجا رکھ سکتے ہیں۔ وہ پابند صوم وصلوٰۃ ہیں اور اسلامی روایات پر پوری طرح عمل پیرا ہیں۔ اس حوالے سے امریکہ کی ایک طاقت ور لابی ان کے خلاف تھی اور اس طرح کے خدشات کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ شاید انھیں آگے نہ آنے دیا جائے۔ مشرق وسطیٰ میں اس کی مثال پہلے موجود تھی۔ شاہ حسین کے بھائی شہزادہ حسن ایک طویل عرصہ تک اردن کے ولی عہد رہے تھے لیکن امریکہ نے آخری موقع پر اقتدار ان کے بجائے شاہ حسین مرحوم کے بیٹے عبداللہ کے سپرد کروا دیا۔ سعودی عرب میں ایسا کرنا مشکل تھا کیونکہ تمام قبائل شہزادہ عبداللہ کی پشت پر کھڑے تھے۔ شاہ فہد نے 10 سال پہلے اپنی علالت کی وجہ سے خود کو عوامی زندگی سے الگ تھلگ کر لیا تھا اور اس کے بعد سے ولی عہد کے طور پر شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز عملاً حکمران بن گئے تھے لیکن پھر بھی اہم امور پر شاہ فہد

سے رائے ضروری لی جاتی تھی۔شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز مغربی ممالک سے سیاسی اور اقتصادی مراسم کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن عرب ممالک کی قیمت پر نہیں۔ ماضی میں متعدد مرتبہ انھوں نے عرب ممالک کے درمیان تنازعات ختم کرانے کے لیے ثالثی کا کردار ادا کیا۔1984ء میں انھوں نے لبنان کے معاملے میں شام کے مؤقف کی تائید کی اور خطے سے امریکی افواج کے انخلاء کا مطالبہ کیا۔اسرائیل کے لیے امریکہ کی بے جا حمایت کے بھی وہ سخت مخالف رہے ہیں۔

بی بی سی کے مطابق ''مغرب سے وہ کس طرح کے تعلقات چاہتے ہیں' اس کا اندازہ پہلی خلیجی جنگ کے دوران ہوا جب شاہی خاندان میں مغرب کا حامی حلقہ سعودی عرب میں امریکی افواج کی تعیناتی کے حق میں تھا لیکن ولی عہد عبداللہ اس کے حق میں نہیں تھے۔'' شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز پاکستان کے بہت قریب رہے ہیں۔ وہ پاکستان کو اپنا دوسرا گھر قرار دیتے رہے ہیں پاکستان کے دورے میں جب وہ لاہور آئے تو پورا لاہور انھیں دیکھنے کے امڈ آیا تھا۔ان کا ایسا شاندار استقبال ہوا کہ وہ اسے مدتوں یاد رکھیں گے۔اس کے بعد شریف اور سعود خاندان ایک دوسرے کے قریب آئے۔اکتوبر 2003ء میں وہ 2 روزہ سرکاری دورے پر اسلام آباد پہنچے تو ان کا یادگار استقبال کیا گیا۔سعودی وفد کی گاڑیوں پر گل افشانی کے لیے سینکڑوں لوگ قطاروں میں کھڑے تھے۔پورے اسلام آباد کو جھنڈوں اور ولی عہد شہزادے کی تصاویر سے سجایا گیا تھا۔شہر میں جگہ جگہ بینر آویزاں کیے گئے تھے جن پر خوش آمدیدی کلمات درج تھے اور یہ بھی تحریر تھا کہ پاکستان شہزادے کا دوسرا گھر ہے۔روایتی طور پر غیر ملکی مندوب کا استقبال صدارتی محل میں کیا جاتا ہے لیکن صدر پرویز مشرف' وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی اور چاروں صوبوں کے گورنر اور وزراء اعلیٰ سعودی رہنما کے خیر مقدم کے لیے ہوائی اڈے پر موجود تھے۔سعودی شہزادے کا کارواں جب سٹیٹ گیسٹ ہاؤس کے لیے روانہ ہوا تو ہزاروں سرکاری ملازمین اور اسلام آباد کے مقامی لوگوں نے پاکستان اور سعودی عرب کی جھنڈیاں لہرا کر اور پھول برسا کر ان کا استقبال کیا۔

سعودی شہزادے اور پاکستان کے رہنماؤں کے درمیان ہونے والی ملاقات کا کوئی حتمی ایجنڈا طے نہیں کیا گیا تھا لیکن سعودی سفیر کے مطابق مذاکرات کے دوران سلامتی کے معاملات اور اقتصادی امور سر فہرست رہے۔شاہ عبداللہ کے سامنے بہت سے چیلنج ہیں۔ملک میں بیروزگاری میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔سعودی عرب اور امریکہ سے تعلقات میں موجود سرد مہری رہی جس میں کچھ کمی آئی ہے اور دونوں نائن الیون کے اثرات سے نکل رہے ہیں۔مغرب اور امریکہ کے ساتھ تعلقات کو ایک خاص سطح پر رکھنا بھی ایک بڑا چیلنج ہے۔ہمیں امید ہے کہ وہ تمام چیلنجوں کا مقابلہ کریں گے اور سعودی عرب کی تعمیر و ترقی کے ساتھ ساتھ اسلامی ممالک میں باہمی یگانگت کو بڑھانے کی کوشش کریں گے۔اس وقت عراق میں امریکی فوجوں کو ذلت آمیز صورت حال کا سامنا ہے جس کی پیش گوئی شاہ عبداللہ نے 16 جنوری 2003ء کو عالمی پریس کے سامنے ریاض میں کی تھی۔اب وہ پیش گوئی پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔

شاہ عبداللہ اور نئے ولی عہد شہزادہ سلطان پاکستان سے محبت رکھتے ہیں۔اور گزشتہ 20 سال کا عرصہ ان دونوں کی جلی اور خفی محبتوں کا امین ہے۔اسلامی دنیا میں سعودی عرب حرمین شریفین کی وجہ سے اور سعودی شاہی خاندان ان مقدس مقامات کے خادم ہونے کی حیثیت سے اور پاکستان اپنے ایٹمی کردار کی وجہ سے اہم حیثیت رکھتے ہیں۔شاہ عبداللہ اپنے والد عبدالعزیز آل سعود اور اپنے بھائی فیصل کی سچی تصویر ہیں اس لیے وہ انشاءاللہ پاکستان کے بہترین بھائی اور دوست ثابت ہوں گے اور ان کے عہد میں پاک سعودی تعلقات بہتر سے بہترین ہوں گے اور انہیں ایک نئی جہت ملے گی!